Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

استلام حجرِ اسود ؟

(عبد الرحیم اشرف بلوچ)

اس مضمون کی تیاری میں جناب زکریا ھاشم زکریا کی کتاب "المستشرقون والاسلام کے باب "الحجر الاسود" اور جناب ابراھیم رفعت پاشا کی کتاب "مرآۃ الحرمین" کے باب "حکمۃ استلام الحجر الاسود" سے استفادہ کیا گیا ھے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں بت پرستی، شرک اور بدعت کو مٹانے کے لئے تشریف لائے تاکہ کرۂ ارض پر توحید کا بول بالا ہو اور صرف خدائے واحد کی پرستش کی جائے۔ روئے زمین پر جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے ان سب کا مقصود اصلی یہی تھا کہ لوگوں کو معبودانِ باطل کی غلامی سے نجات دلا کر خالق ارض وسماء کے سامنے سربسجود کر دیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی اسی مقصد کے لئے گزار دی اور آخر کار خانۂ خدا کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اس مرکز توحید سے پیغام حق کو اقصائے عالم میں عام کرنے کا سامان کیا۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ میرے گھر کی تعمیر کرو۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حکم ہوا۔ "وطھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود[1]" تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو! اس حکم کے بموجب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے خدا کے گھر کو پاک رکھا۔ لیکن ایک عرصہ گزرنے کے بعد لوگوں نے اس گھر کو بتوں سے بھر دیا۔ یہاں

---

[1] سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵

تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچ چکی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث فرمائے گئے تو مسلمانوں کو حکم ہوا "فاجتنبوا الرجس من الأوثان" ؎۱ "سو بتوں کی گندگی سے دور رہو" آپؐ نے موقع ملتے ہی فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کو اس "رجس" سے پاک کر دیا۔ حتیٰ کہ آپؐ نے خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصویروں کو بھی کھرچ ڈالا۔

آپؐ نے جس ذمہ داری سے اس فرض کو پورا کیا اس پر حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً سوا لاکھ مسلمانوں نے بیک زبان گواہی دی۔ جب آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا میں نے پیغامِ رسالت تم تک پہنچا دیا ہے تو سب نے یہی کہا کہ بیشک آپؐ نے بخوبی پیغامِ ربانی کو پہنچایا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ مگر اعداء اسلام نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کے لئے اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے شروع کر دیئے اور اسلام پر ناجائز اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تاکہ جس شمع فروزاں کو وہ بزورِ بازو نہ بجھا سکے اسے اب وہ بحیلہ و تدبیر گل کر سکیں۔

صلیبی جنگوں کے بعد اعداء اسلام اور مستشرقین نے اسلام کو ایک ایسے مذہب کے روپ میں پیش کیا جس میں اخلاقی اقدار کو ملیامیٹ کیا گیا۔ اور جو اپنے پیروؤں کو صرف لوٹ مار سکھاتا ہو یا پھر جنس کی باتیں کرتا ہو۔ مسلمانوں کو انھوں نے ایک وحشی اور غیر مہذب قوم کی شکل میں پیش کیا جس کا مقصد صرف لوٹ مار کرنا اور مال و دولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

مستشرقین کے اس پروپیگنڈا کے باعث نہ صرف اہل یورپ حقائق سے بے خبر رہے بلکہ خود کم علم مسلمانوں کے دلوں میں بھی شکوک و شبہات جنم لینے لگے۔ اسی پروپیگنڈا کی وجہ سے یورپ والوں کو تو اسلام کے نام ہی سے چڑ ہو گئی اور وہ اسلام یا مسلمانوں کا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مگر جب علم کی روشنی پھیلی تو شکوک و شبہات کے بادل چھٹنے لگے اور صاحبِ فہم و عقل اصحاب حقیقت حال کو سمجھنے لگے۔ اعداء اسلام نے جب دیکھا کہ کھلم کھلا مخالفت کر کے دین اسلام کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تو انھوں نے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر لی اور اسلام

؎۱ سورۂ حج آیت نمبر ۳۰

کی حمایت کی آڑ میں اسلام پر حملے کرنے لگے۔ مستشرقین میں کئی اصحاب ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے تعصب کی عینک اتار کر اسلام کا مطالعہ کیا اور صحیح حقائق لوگوں تک پہنچائے لیکن اکثر نے تعصب میں اندھے ہو کر دین اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

دشمنانِ اسلام جو اعتراضات اسلام پر کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا بُت پرستی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے (نعوذ باللہ) قریش کی تقلید میں اس بت کو برقرار رکھا اور اسے ہٹانے کی جرأت نہ کر سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے قریش کی تالیف قلبی کے لئے اسے برقرار رکھا اور ختم نہیں کیا۔

لیکن یہ اعتراضات انتہائی لغو ہیں۔ دراصل اس اعتراض میں دو پہلوؤں سے اسلام پر حملہ کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ نے قریش کی خاطر (یا توڈر کر یا پھر تالیف کے لئے) اس بُت کو باقی رکھا۔ دوسرا یہ کہ اس سے ثابت ہوا کہ بت پرستی اسلام میں جائز ہے۔

جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ پیغمبرؐ اسلام کا کردار اور عمل ان کی نفی کرتا ہے کہ آپ ایک غلط فعل کو کسی سے ڈر کر یا کسی کی تالیفِ قلب کے لئے برقرار رکھتے۔ جب آپ بے سروسامانی کی حالت میں مکہ میں تبلیغ کرتے پھرتے تھے اور بتوں کی برائی بیان کرتے تھے تو اس وقت آپؐ کو نہ مال و دولت کا لالچ اس کام سے روک سکا اور نہ جاہ و منصب کی ترغیب آپؐ کی راہ میں رکاوٹ بن سکی۔ حتیٰ کہ آپؐ نے تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج بھی رکھ دیا جائے تب بھی میں بتوں کی برائی اور توحید کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود تمام آسائشوں کو ٹھکرا دیں اور بتوں کی برائی سے باز نہ آئیں لیکن اقتدار اور قوت حاصل ہو جانے کے بعد آپ اپنے اصولوں کو لوگوں کے لئے خود توڑ ڈالیں؟

اعتراض کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ استلام حجرِ اسود سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نہ صرف بت پرستی کی اجازت ہے بلکہ اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے۔

یہ اعتراض بھی نادانی کی بنا پر کیا جاتا ہے یا پھر اس کی وجہ تعصّب اور شرارت ہے۔ بت پرستی کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کی عبادت یا پوجا یہ سمجھ کر کی جائے کہ وہ چیز نفع یا نقصان کی مالک ہے۔

انسان کسی کی پرستش کرتا ہے تو اس لئے کہ وہ اس کو یا تو نفع کا مالک سمجھتا ہے اور اس سے فائدہ کی امید رکھتا ہے یا وہ اسے نقصان پہنچانے پر قادر سمجھتا ہے۔ اور ضرر سے بچنے کے لئے اس کی پوجا کرتا ہے۔ جہاں تک حجر اسود کا تعلق ہے آج تک کوئی معترض یہ ثابت نہیں کرسکا کہ دورِ جاہلیت میں عرب کے کسی قبیلے نے حجر اسود کی پوجا کی ہو۔ دورِ جاہلیت میں عرب اور قریش اس پتھر کو مقدس ضرور سمجھتے تھے لیکن اس کی پوجا کسی نے نہیں کی۔ عرب سال میں ایک مرتبہ موسمِ حج میں مکہ مکرمہ آتے اور حج کے رسوم ادا کرکے واپس چلے جاتے تھے۔ لیکن ہیکل کعبہ یا حجر اسود کی عبادت کے لئے کوئی نہیں آتا تھا۔ اگر وہ حجر اسود کو پوجتے ہوتے تو اسے بھی تین سو ساٹھ بتوں کی صف میں کھڑا کر دیتے۔

قریش اس پتھر کو مقدس ضرور جانتے تھے۔ بناء کعبہ کے وقت جب حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا مسئلہ پیش ہوا تو ہر قبیلے کی یہ خواہش اور کوشش تھی کہ اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھنے کی سعادت اسے نصیب ہو۔ اس بات پر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا اور قریب تھا کہ خون خرابہ ہو، کسی نے یہ مشورہ دیا کہ جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے اسے حَکَم بنایا جائے۔ دوسرے دن صبح سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف لائے اور سب لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کو حَکَم تسلیم کرلیا۔ آپ نے اس مسئلے کو ایسے اچھے انداز میں حل کیا کہ سب لوگ آپ کی دانائی پر عش عش کر اٹھے۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر اسود قریش کے ہاں مقدس تھا۔ اسی طرح اب یہ پتھر مسلمانوں کے ہاں بھی مقدس ہے۔ کیونکہ یہ پتھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھوں سے خانہ کعبہ میں لگایا گیا تھا۔ اور یہ خلیل اللہ کی یادگار ہے۔ مسلمان حجر اسود یا کسی اور چیز کو جو مقدس سمجھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان کے نزدیک معبود یعنی لائق عبادت ہے۔ تقدیس اور چیز ہے اور عبادت کرنا اور چیز ہے۔

حجر اسود کے تقبیل اور استلام کے وقت کسی بھی مسلمان کے دل میں یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ حجر اسود کی پوجا کر رہا ہے بلکہ وہ اسے حکمِ الٰہی سمجھ کر بجا لاتا ہے اور اپنے پیغمبر کی اقتداء میں ایسا کرتا ہے۔ اس پر دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے۔ آپؓ نے فرمایا: "انی لاعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رئیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یقبلک ما قبلتک[1] " میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہؐ کو نہ دیکھا ہوتا کہ وہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا "

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ پتھر کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے فرمایا تاکہ نومسلموں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بت پرستی نہیں ہے اور یہ پتھر نفع نقصان کا مالک نہیں بلکہ ہم رسول اللہؐ کی اقتداء میں ایسا کرتے ہیں۔ تقبیل حجر اسود یوں ہے جیسے کوئی شخص کسی بزرگ اور محترم شخصیت کے ہاتھوں کو بوسہ دے۔ جب اس تقبیل کو کوئی شخص بت پرستی نہیں کہتا اور نہ ہی اسے عبادت شمار کرتا ہے تو تقبیل حجر اسود کیوں کر عبادت بن گئی۔ یہ محض احترام اور اکرام کے لئے ہے۔ تقبیل اور استلام حجر اسود بت پرستی سے مشابہت بھی نہیں رکھتا۔ کیونکہ کسی چیز کا اکرام کرنا بت پرستی نہیں ہے جب تک کہ کسی کے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ میں اس چیز کی عزت اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ نفع و نقصان کی مالک ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی چیز کا احترام اس لئے کرتا ہے کہ وہ مقدس چیز ہے لیکن نفع نقصان کی مالک نہیں تو یہ بت پرستی نہیں اور نہ ہی اس میں بت پرستی کے ساتھ کوئی مشابہت ہے۔ دراصل دشمنانِ اسلام اس قسم کے اعتراضات اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اطراف و جوانب سے اسلام کے مرکز پر حملہ آور ہوں۔ اس اعتراض کے بعد وہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پورا حج بت پرستی ہے اور قبلہ رُو ہو کر نماز پڑھنا بھی بت پرستی ہے حالانکہ مسلمان خانہ کعبہ یا کسی اور چیز کو ماسوا اللہ نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔

حجر اسود کی تاریخ اور فضائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کر لیا تو آپ نے اس بات کو محسوس کیا کہ کسی ایک رکن میں ایک ایسا نشان ہونا چاہیئے جس سے لوگوں کو طواف کی ابتداء کرنے میں آسانی ہو۔ لہذا آپؑ نے اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ جاؤ کہیں سے کوئی پتھر لاؤ جسے میں مبداء کے طور پر ایک رکن میں جما دوں۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر تلاش کرنے گئے لیکن خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد

---

[1] بخاری شریف باب ماذکر فی الحجر الأسود

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر بتادیا کہ اسے لگادو۔ آپؑ نے وہ پتھر اٹھاکر موجودہ مقام پر جمادیا۔[1]

بعض روایات میں ہے کہ یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقبیس سے حاصل کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریلؑ نے آپؑ کو بتایا کہ فلاں پہاڑ کے پاس جو فلاں پتھر ہے اسے لگادیں

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الأسود من الجنۃ وھو اشد بیاضا من اللبن فسوّدتہ خطایا بنی آدم"[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور وہ انتہائی سفید تھا، دودھ سے بھی زیادہ لیکن اولادِ آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو زبان اور آنکھیں عطا کی جائیں گی اور وہ ان لوگوں کے لئے گواہی دے گا جنہوں نے اسے بوسہ دیا یا استلام کیا۔[3]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا ہے اور استلام کیا ہے۔ استلام اور تقبیل کے باب میں احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ زبیر بن عربی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے استلام حجر اسود کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے جواب دیا "رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستلمہ ویقبلہ"[4] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اسے چوم رہے تھے۔

حجر اسود کے متعلق مشہور تو یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے خانہ کعبہ میں بطور علامت نصب کیا تھا۔ لیکن علامہ طبری نے ابن عباس کی ایک روایت یوں نقل کی ہے "عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال انزل الرکن والمقام مع آدم علیہ السلام لیلۃ نزل، فلما اصبح رأی الرکن والمقام فعرفھما فضمھما الیہ وأنس

---

[1] اخبار مکہ للازرقی
[2] ترمذی شریف باب ماجاء فی فضل الحجر الأسود
[3] ترمذی شریف باب ۱۱۳ ابواب الحج
[4] بخاری شریف باب تقبیل الحجر۔

بھما۔"[1] حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رکن اسود اور مقامِ ابراہیم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے اتارے گئے اسی رات جس رات حضرت آدمؑ اتارے گئے تھے جب صبح کو آدم علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو پہچان لیا اور انہیں اپنے ساتھ ملایا اور ان سے مانوس ہو گئے۔

ایک دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ سے یوں ہے۔ آپ نے فرمایا: "نزل آدم علیہ السلام من الجنة معه الحجر متأبطة وهو ياقوتة من يواقيت الجنة ولولا ان الله طمس ضوءه ما استطاع احد أن ينظر إليه۔"[2] آدم علیہ السلام جنت سے اترے اور آپ کے ساتھ حجر اسود بھی تھا جسے آپ بغل میں دبائے ہوئے تھے، اور وہ ایک یاقوت تھا جنت کے یاقوتوں میں سے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی روشنی ختم نہ کر دی ہوتی تو کوئی بھی اس کی طرف نہ دیکھ سکتا۔"

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حجر اسود اور مقام جنت سے اتارے گئے تھے اور خود حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارے گئے تھے لیکن ان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا حضرت آدم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی تو کیا اس پتھر کو بھی اس کی موجودہ جگہ پر نصب کیا تھا یا نہیں۔

حجر اسود متعدد مرتبہ اپنی جگہ سے اکھاڑا گیا اور پھر نصب کیا گیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خانہ کعبہ میں آگ لگنے کی وجہ سے رکنِ اسود بھی جل گیا تھا جس کی وجہ سے حجر اسود پھٹ کر تین ٹکڑے ہو گیا۔ تب حضرت ابن زبیرؓ نے اسے چاندی میں مڑھوا دیا۔[3]

اس کے بعد ابوطاہر سلیمان بن الحسن قرامطی نے کعبہ پر ۳۱۷ھ میں حملہ کر کے بے شمار لوگوں کو تہہ تیغ کیا اور حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گیا اور جامعہ کوفہ کے ساتویں ستون سے اسے لٹکا دیا تاکہ لوگ حج کے لئے یہاں آئیں۔ پھر بقول بعض کے ابوالقاسم مطیع نے اور بقول بعض کے ابوالعباس فضل بن المقتدر نے تیس ہزار دینار دے کر اسے واپس مکہ لایا اور خانہ کعبہ میں لگا دیا۔[4]

پھر ۱۲۶۸ھ میں سلطان عبدالحمید نے حجر اسود کو سونے میں مڑھوایا۔ ۱۲۸۱ھ میں

---

[1] القِری لقاصد ام القریٰ، للطبری، باب فضل الحجر الاسود۔

[2] " " " " " "

[3] اخبار مکہ للازرقی۔ [4] جامع اللطیف لمولانا جمال الدین محمد جار اللہ

سلطان عبدالعزیز خان نے اسے چاندی سے مڑھوایا۔ ۱۳۶۶ھ میں اس کے فریم کی مرمت کی گئی۔

استلامِ حجر اسود کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے جتنے بھی احکام صادر فرمائے ہیں ان کی حقیقی حکمت تو باری تعالیٰ خود ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سچے بندوں اور مسلمانوں کے لئے ان پر عمل کرنا بغیر حکمت و علل کے جانے واجب ہے مالک جو حکم دے اس میں غلام کو چوں وچرا کرنے کی اجازت کہاں؟ حج، نماز اور دیگر عبادات میں ایسی بیشمار باتیں ہیں جن کی حکمت خود اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں لیکن اس کے باوجود ہم پر عمل فرض ہے۔ لیکن جن لوگوں کے دل کج ہیں وہ متشابہات کے اندر سرگرداں رہتے ہیں اور ان کے قلوب شیطان کے وسوسوں کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے بطور اتمامِ حجت علماء کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بعض عبادات و احکامات کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں جن کے بعد انکار اور حیل و حجت کی گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔

بیت اللہ کی تعمیر قبل از اسلام اور بعد از اسلام متعدد مرتبہ ہو چکی ہے جس کی وجہ سے سوائے حجر اسود کے دیگر پتھر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استعمال کئے تھے باقی نہیں رہے۔ صرف یہ پتھر بطور یادگار کے باقی ہے جو ہمیں اس دور کو یاد دلاتا ہے جبکہ حضرت ابراہیمؑ نے توحید کا پیغام علی الاعلان پہنچایا تھا۔

حجر اسود کو حضرت ابراہیمؑ نے بطور علامت ایک رکن میں جما دیا تھا تاکہ طواف کرنے والوں کو طواف کے ابتداء اور انتہا میں دشواری پیش نہ آئے۔ معلوم ہوا کہ حجر اسود خانہ کعبہ کا جزء ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "الرکن یمین اللہ فی الارض یصافح بہا عبادہ کما یصافح احدکم اخاہ"[1] رکن اسود اللہ کا دایاں ہاتھ ہے زمین پر۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ "ان الحجر الأسود یمین اللہ فی الارض فمن

---

[1] اخبار مکہ للازرقی۔ فضائل حجر آسود۔

لم يدرك بيعة رسول الله صلى الله عليه وسلم فمسح الحجر فقد بايع الله و رسوله۔" [1] تحقیق حجر اسود اللہ کا دایاں ہاتھ ہے زمین پر پس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کو نہ پاسکا اور اس نے اس پتھر کو چھو لیا گویا اس نے اللہ اور رسول کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر یا ہاتھ لگا کر انسان اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت میں اپنی زندگی گزارے گا اور اس راہ میں جو مصائب اور تکالیف پیش آئیں گی انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے گا۔

اسی طرح ایک حکمت یہ ہے کہ مسلمان تمام اقطار عالم میں بکھرے ہوئے ہیں اور سال میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں ان کے نمائندے جمع ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ان سب کا ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر معاہدہ کرنا ممکن نہیں لہذا سب حجر اسود کو ہاتھ لگا کر یعنی ایک ہاتھ میں سب اپنا ہاتھ دے کر یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور زندگی کے ہر میدان میں باہمی تعاون سے اپنے دینی اور دنیاوی مسائل حل کریں گے۔

---

[1] اخبار مکہ للازرقی اور جامع اللطیف باب فضل الحجر الأسود